جلد ۱۰ | ۵ صلح ۱۳۴۰ ہش | ۱۷ رجب ۱۳۸۰ھ | ۵ جنوری ۱۹۶۱ء | نمبر ۱

اخبار احمدیہ

ربوہ - ۳۱ دسمبر (بوقت دس بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے

الحمد للہ۔ احباب حضور انور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں

قادیان - ۳ جنوری - ربوہ کے جلسہ میں شمولیت کی غرض سے جانے والے بیشتر درویشان واپس تشریف لے آئے ہیں۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال تاحال تشریف نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور بخیریت واپس لائے۔ آمین۔

قادیان - ۴ جنوری - ایک لمبے عرصہ کے امساک باراں کے بعد قادیان اور اس کے مضافات میں گذشتہ دو دن میں اچھی بارش ہو گئی۔ ماڑی کی فصل پر اس کا خوشگوار اثر پڑنے کی توقع ہے

جماعتِ احمدیہ کے ۶۹ ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر

ربوہ کی مقدس سرزمین میں اسلام و احمدیت کے ۷۵ ہزار فدائیوں کا عظیم اجتماع

ربوہ - ۳۰ دسمبر - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا ۶۹ واں جلسہ سالانہ حسب معمول ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کے روح پرور ماحول میں ۲۶ تا ۲۸ دسمبر جاری رہنے کے بعد نہایت کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہو گیا۔ اس للٰہی جلسہ میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے طول و عرض سے آئے ہوئے ہزارہا احمدی احباب کے علاوہ مشرق و مغرب کے متعدد ممالک سے تشریف لانے والے احباب نے بھی شرکت کی۔ اس طرح امسال مختلف ملکوں اور قوموں سے تعلق رکھنے والے اسلام و احمدیت کے ۷۵ ہزار سے بھی زائد فدائیوں نے جن میں مرد عورتیں اور بچے سبھی شامل تھے جلسہ میں شامل ہونے اور خدائے واحد کے نام کی تقدیس بلند کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اور ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کا ایسا ایمان افروز منظر دیکھنے میں آیا جو جلسہ سالانہ کی روایتی شان کے مطابق اپنی مثال آپ تھا

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسب معمول دن کے اوقات میں ۶ اجلاس منعقد ہوئے جن میں شمع احمدیت کے ہزارہا پروانوں کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی روح پرور تقریر اور حضور کی زیارت سے فیضیاب ہونے، نیز اسلام کی حقانیت قرآن مجید کی فضیلت اور احمدیت کی صداقت پر علماء سلسلہ اور جماعت کے دیگر نامور اہل علم حضرات کی ایمان افروز تقاریر سے مستفیض ہونے کا اکمل موقعہ میسر آیا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے علالت اور ناسازی طبع کے باوجود مورخہ ۲۶ دسمبر کی صبح کو جلسہ گاہ میں تشریف لا کر احباب کو روح پرور افتتاحی خطاب سے نوازا۔ نیز پُرسوز اجتماعی دعا سے جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ مگر ۲۸ دسمبر کے آخری اجلاس میں حضور ایدہ اللہ بوجہ ناسازی طبع بنفس نفیس جلسہ گاہ میں تشریف نہ لا سکے اور اس بناء پر احباب کو محرومی کے انتہائی شدید احساس سے دوچار ہونا پڑا تاہم اس اجلاس کی صدارت قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی جس میں حضور کی وہ معرکۃ الآراء تقریر جو حضور نے خاص اس موقعہ کیلئے خود لکھوائی تھی مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے نہایت پر درد لہجہ میں جذبہ و جوش کے ساتھ پڑھ کر سنائی کہ ہزارہا قلوب جو حضور کی زیارت سے محرومی پر پہلے ہی انتہائی گداز حالت میں تھے تڑپ اٹھے۔ احباب نے یہ روح پرور تقریر انتہائی شوق اور ولولۂ عشق کے عالم میں اس قدر توجہ اور انہماک سے سنی اور پھر اس کے زیر اثر ان پر وارفتگی اور بے خودی کا وہ عالم طاری ہوا کہ جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہر آنکھ سے آنسو رواں تھے اور فضا بے ساختہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے پرجوش نعروں سے گونج اٹھتی تھی۔ اور صاف یوں معلوم ہوتا تھا کہ سامعین اپنے حال میں نہیں ہیں۔ وہ اس حال میں ہمہ تن گوش بنے حضور کی رقم فرمودہ تقریر سننے میں محو تھے کہ ان کے دل اور ان کی روحیں آستانۂ الٰہی پر سجدہ ریز ہو کر حضور کی کامل و عاجل شفایابی درازئ عمر اور فعال زندگی کے لئے نہایت عاجزانہ اور دردمندانہ دعاؤں میں مصروف تھیں۔ آخر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے بھی ایک مختصر لیکن نہایت پرسوز اور دعائیہ خطاب سے سامعین کو نوازا۔

حضور ایدہ اللہ کی پر درد روح پرور تقاریر کے علاوہ ذکر حبیب علیہ السلام کے موضوع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی وہ تقریر جو آپ نے مورخہ ۲۷ دسمبر کو محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی صدارت میں فرمائی ایک خاص شان کی حامل تھی۔ وہ بھی اپنی اثر انگیزی اور جذب و کشش کے باعث پرشوق سامعین کے لئے جو شمع احمدیت کے ہزارہا پروانوں پر مشتمل تھے ایک خاص رنگ میں تزکیۂ نفوس اور تطہیر قلوب کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی۔ آپ نے جس اچھوتے انداز اور پُردرد اور پرشوکت لہجے میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی سیرت طیبہ و عادات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی اس سے ہر دل تڑپ اٹھا۔ اور ہر فرد جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر جھوم اٹھا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو آنسو نہ بہا رہی ہو اور کوئی سینہ نہ تھا جو دھل دھل کر منور نہ ہو رہا ہو

جلسہ سالانہ کے ان چھ اجلاسوں کے علاوہ جو پروگرام کے مطابق جلسہ کے تینوں روز دن کے وقت منعقد ہوئے ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کی رات کے وقت بھی علی الترتیب دو اجلاسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ ان میں سے ایک اجلاس میں مکرم شیخ بشیر احمد صاحب جج مغربی پاکستان ہائی کورٹ کی زیر صدارت دنیا کی پچاس مختلف زبانوں میں تقاریر ہوئیں۔ اور دوسرے اجلاس میں جس کی صدارت مکرم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ نفسیات کراچی یونیورسٹی نے کی۔ مختلف علمی اور دینی موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔

وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان

۲۸ دسمبر کے آخری اجلاس میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان بھی کیا گیا۔ حضور نے اس کا اعلان احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام کے ذریعہ فرمایا جو مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے پڑھ کر سنایا۔ حضور نے اپنے اس پیغام میں احباب جماعت کو "وقف جدید" کی اہمیت سمجھنے اور پہلے سے بھی زیادہ ہمت اور جوش کے ساتھ اس میں حصہ لینے کی تحریک فرمائی ہے (حضور کا یہ خصوصی پیغام اسی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں)

ذکر الٰہی اور پُرسوز دعائیں

جلسے کے مبارک ایام میں ایمان افروز اور روح پرور تقاریر سننے کے علاوہ احباب جماعت نے راتوں کی خاموش گھڑیوں میں مسجد مبارک میں التزام کے ساتھ نماز تہجد بھی ادا کی جو مکرم حافظ محمد رمضان صاحب فاضل نے پڑھائی (باقی صفحہ کالم ۴ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

”اگر میں بانیٔ احمدیت کی تعریف کرتا ہوں تو اسی لئے کہ وہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر کھینچ لائے

”اور اساسِ اجتماعی کا وہ زبردست ولولہ اپنی جماعت میں پیدا کر گئے جس کی نظیر مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت میں نہیں ملتی“ علامہ نیاز فتحپوری

مشہور و موقر رسالہ ”نگار“ میں علامہ نیاز صاحب فتحپوری کی طرف سے ایک خط کا حقیقت افروز جواب

باب المراسلہ والمناظرہ

میں اور احمدی جماعت

(نیاز فتحپوری)

جب سے میں نے احمدی جماعت کے متعلق اظہارِ خیال شروع کیا ہے اسی وقت سے مجھے یقین ہے کہ دنیا کو سب سے پہلے یہی جستجو ہوگی کہ وہ شخص جو اپنے عقاید کے لحاظ سے دہریہ یا ملحد قسم کا انسان ہے کیوں احمدی جماعت کی موافقت کر رہا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب کا کیوں اس قدر معترف ہے اور اسی کے ساتھ میں یہ بھی جانتا تھا کہ اس جستجو میں کتنی بدگمانیاں شامل ہوں گی۔ چنانچہ اس دوران میں جو خطوط ہندوستان و پاکستان کے مختلف گوشوں سے موصول ہوئے ہیں ان سے میرے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

نمونہ کے طور پر ایک خط ملاحظہ ہو۔ یہ خط چین کے ایک صاحب شیخ عبد اللہ کا ہے لکھتے ہیں:-

”اخبار والے ہمیشہ اس تاک میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسا مضمون ہاتھ آجائے کہ خریداروں میں زبردست اضافہ ہو جائے اس لئے آپ کی موجودہ قلابازی پر کوئی تعجب نہیں۔ پہلے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آپ دہریہ ہیں۔ اب یہ خیال ہے کہ آپ مرزائی قادیانی ہوگئے ہیں یا ان سے کوئی رشوتِ عظیم کھائی ہے۔ لہٰذا آپ کی باتیں کوئی وزن نہیں رکھتیں جب تک آیاتِ قرآنی یا احادیث اس کی تائید میں نہ ہوں۔ آئندہ اگر نگار میں قادیانی مذہب کی حمایت کا ارادہ ہو تو قرآن و حدیث سے لیس ہو کر میدان میں آئیں۔“

اس سلسلہ میں تین الزام مجھ پر عاید کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے میرا مقصود صرف نگار کی توسیعِ اشاعت ہے —— دوسرے یہ کہ میں احمدی ہو گیا ہوں، لیکن بدنامی کے اندیشہ سے اسے کھل کر ظاہر نہیں کرتا —— تیسرے یہ کہ تبلیغِ احمدیت کے لئے مجھے احمدی جماعت کی طرف سے (انھیں کے الفاظ میں) ”کوئی رشوتِ عظیم“ ملی ہے

ان میں کوئی خیال ایسا نہیں جو انوکھا ہو، کیونکہ دنیائے صحافت و تبلیغ میں ایسی متعدد مثالیں مل جائیں گی کہ محض ذاتی اغراض کی بناء پر لوگوں نے اپنا Creed بدل دیا، اپنا مذہب بدل دیا، اپنی وطنیت و قومیت بدل دی —— لیکن جس حد تک نگار اور میری ذات کا تعلق ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ:-

گفتہ بودی ہمہ زرق اند و فریب اند و فسوس
سعدیؔ آں نیست ولیکن چو تو فرمائی ہست

ساری دنیا کو معلوم ہے کہ ”نگار“ کا ایک خاص حلقہ ہے، ان حضرات کا جو ادب، سیاست و مذہب ہر چیز میں آزادیٔ فکر و خیال کے حامی ہیں۔ اسی لئے اس وقت بھی جب پورے ہندوستان میں میرے اور نگار کے خلاف الزامِ دہریت والحاد کا طوفان برپا تھا۔ نگار کی اشاعت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور ایک اچھی خاصی جماعت میری ہمنوا ہو گئی۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اس صورت میں حمایتِ احمدیت میں میرا کچھ لکھنا نگار کے لئے باعثِ نقصان ہی ہو سکتا تھا نہ کہ نفع بخش۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ میں مذہب کے باب میں رجعت پسند ہو گیا ہوں۔ اور وہ نگار سے دست کش ہو جاتے۔ بنابراں یہ قیاس کرنا کہ یہ سب کچھ میں توسیعِ اشاعتِ نگار کے لئے کر رہا ہوں کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اب رہا یہ پہلو کہ اس سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح احمدی جماعت میں نگار کے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں گے سو یہ بھی نہایت کمزور پہلو ہے۔ کیونکہ اول تو احمدی جماعت کو اس کی چنداں ضرورت ہی نہیں کہ میں یا کوئی اور ان کا پروپاگنڈا کرے دوسرے یہ کہ احمدی جماعت مشکل ہی سے یاد کر سکتی ہے کہ میں کسی وقت احمدی ہو سکتا ہوں، کیونکہ جس حد تک عقیدہ کا تعلق ہے میرے ان کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ رہ گئی تیسری بات ”رشوتِ عظیم“ کی۔ سو اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں رشوت دینے کی ضرورت کیا ہے جب کہ ان کے سارے کام بغیر رشوت ہی کے اچھی طرح چل رہے ہیں، دوسرے یہ کہ حقیقت کے لحاظ سے بھی یہ الزام بالکل غلط ہے۔ اور میرا یہ کہنا غلط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورتِ دیگر کم ازکم احمدی جماعت تو یقیناً سمجھ جاتی کہ میں کس قدر جھوٹا و لغو انسان ہوں کہ باوجود رشوت لینے کے میں اس سے انکار کر رہا ہوں۔ اور میں ان کی نگاہ میں اپنے آپ کو ذلیل کرنا پسند نہ کرتا۔

بہرحال اس قسم کی بدگمانیوں کی پروا کئے بغیر میں ایک بار پھر نہایت صداقت کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں تو ان کی عملی زندگی کا یقیناً مداح ہوں۔ اور اگر میں بانیٔ احمدیت کی تعریف کرتا ہوں تو اسی لئے کہ وہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر کھینچ لائے اور اساسِ اجتماعی کا وہ زبردست ولولہ اپنی جماعت میں پیدا کر گئے جس کی نظیر مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت میں نہیں ملتی۔

رہا یہ مطالبہ کہ ”میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس جماعت کے معتقدات پر گفتگو کروں“ —— سو اس مطالبہ پر مجھے سخت حیرت ہے۔ کیونکہ جب تک پہلے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ احمدی جماعت قرآن و حدیث کی تعلیمات سے منحرف ہے اس وقت تک قرآن و حدیث سے استدلال کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ میں تو علی الرغم اس الزام کے یہ دیکھتا ہوں کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل کرنے کا جو جذبہ ان میں پایا جاتا ہے وہ دوسری مسلم جماعتوں میں نظر ہی نہیں آتا۔

سب سے بڑا الزام جو اُن پر قائم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ختمِ نبوت کے قائل نہیں۔ حالانکہ اس سے زیادہ لغو و غلط بات کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ مرزا غلام احمد صاحب نہ صرف یہ کہ رسول اللہ کو خاتم النبیین سمجھتے تھے بلکہ شریعتِ رسول کو بھی آخری شریعت تسلیم کرتے تھے۔ حیرت ہے کہ لوگوں کو ان کی طرف سے کیوں یہ غلط خیال قائم ہو گیا اور ان کی تصنیفات کا مطالعہ کئے بغیر محض دوسروں کے کہنے پر کیوں یقین کر لیا گیا۔

اس سلسلہ میں ایک بات ضرور بحث طلب ہے کہ مہدیٔ موعود یا مثیلِ مسیح ہونے کے سلسلہ میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کس حد تک قابلِ قبول ہے۔ سو میں اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا کیونکہ اگر میں ان روایات کو درست نہ سمجھوں جو مہدیٔ موعود اور ظہورِ دجال وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں تو بھی یہ حقیقت بدستور اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور اصل چیز یہی ہے۔

جس حد تک عقاید کا تعلق ہے عامۃ المسلمین اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں خدا کی وحدانیت کے قایل ہیں۔ دونوں رسول اللہ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں، دونوں قرآن کو خدا کا کلام جانتے ہیں، دونوں استناد بالحدیث پر عامل ہیں، دونوں بقاءِ روح، حیات بعد الموت، حشر و نشر، جزا و سزا، بہشت و دوزخ اور معجزہ وغیرہ کے قایل ہیں۔

اس لئے عام مسلمانوں کو تو ان کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں۔ رہی یہ بات کہ آپ کیوں یہ مان لیں کہ مرزا صاحب مجدد تھے، مہدی موعود تھے، مثیلِ مسیح تھے وغیرہ وغیرہ سو اول تو مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو بھی تو انکار کے لئے آپ کے پاس کوئی معقول وجہ موجود نہیں، سوا اس کے کہ آپ یہ کہیں کہ ”ایسا یقین کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا“ برخلاف اس کے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں متعدد روایات ایسی پیش کرتے ہیں جن کی صحت سے آپ کو بھی انکار نہیں۔ اور پھر اس کو بھی جانے دیجئے، خود مرزا صاحب کی زندگی اور ان کا کردار بجائے خود ان کے دعویٰ کا بڑا زبردست ثبوت ہے۔ مشکل تو میرے لئے ہے کہ میرے نزدیک ”خدا“ رسول، قرآن، معجزہ، روح، معاد، وحی والہام وغیرہ تمام مسائل کا مفہوم کچھ اور ہے۔ جو یقیناً احمدی و غیر احمدی دونوں جماعتوں سے بالکل علیحدہ ہے لیکن آپ باوجود اس کے کہ مرزا صاحب کو بُرا کہنے کی کوئی دلیل اپنے پاس نہیں رکھتے ان کے مخالف ہیں (باقی صفحہ کالم نمبر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کی طرف سے بعض اہم سوالات کے جواب

فرمودہ ۲۲ جون ۱۹۴۴ء بمقام قادیان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۲ جون ۱۹۴۴ء کو مجلس علم و عرفان میں ایک غیر احمدی دوست کے بعض سوالات کے تفصیلاً جواب عنایت فرمائے تھے جو افادۂ احباب کے لئے صیغۂ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے ——— خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبۂ زود نویسی۔

ایک غیر احمدی دوست نے عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے اس شعر کا کیا مطلب ہے کہ ؎

صد حسین است در گریبانم

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا یہ صرف ایک مصرع ہے جو آپ نے پیش کیا ہے اصل شعر یوں ہے ؎

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

وہ لوگ جو ہماری جماعت میں شامل نہیں ہیں اس شعر کو پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے امام حسین علیہ السلام کی ہتک کی ہے۔ حالانکہ کسی کے کلام کا کوئی ایسا مفہوم نہیں لینا چاہیئے جو قائل کے عقاید کے خلاف ہو۔ بیشک حضرت مرزا صاحب نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

مگر آپ کا ہی یہ مصرع بھی ہے کہ ؎

خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

اور اپنے آپ کو

آلِ محمدؐ پر قربان کرنے والا

کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو آلِ محمدؐ میں سے کسی کی ہتک کا موجب ہو بہر حال وہ جو کچھ کہے گا اس کے ایسے ہی معنے لینے پڑیں گے جو ؎

خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

کہنے والے کے عقاید کے مطابق ہوں درحقیقت اس شعر میں جو ایک لمبی نظم کے سلسلہ میں کہا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اس مضمون کو بیان فرمایا ہے

کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت بالکل بگڑ گئی ہے اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعلیم سے اتنے دور چلے گئے ہیں کہ ان کا آپس میں کوئی جوڑ ہی نظر نہیں آتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں وہی تعلیم دے رہا ہوں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی اور اسی اسلام کی اشاعت کر رہا ہوں جس اسلام کی اشاعت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ مگر میری یہ لوگ شدید ترین مخالفت کر رہے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ خوش ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کا عین وقت پر سامان کر دیا ہے میرے خلاف ہر قسم کے حملوں میں یہ لوگ حصہ لے رہے ہیں اور اپنی ان مخالفانہ حرکات میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ ؎

کربلائیست سیر ہر آنم

میں اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسی قسم کے

حملوں کا نشانہ

بنا ہوا ہوں جس قسم کے حملے امام حسین علیہ السلام پر کربلا میں کئے گئے۔ گویا باتیں تو میں وہ کر رہا ہوں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیں مگر یہ لوگ بجائے خوش ہونے کے ہر وقت مجھ پر حملے کرتے رہتے ہیں اور میرے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں کیا گیا۔ اور

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ

یہی سلوک ہوا تھا کہ یزیدیوں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شدید ترین تکالیف میں مبتلا کر کے آخر شہید کر دیا۔ یہی آجکل کے مسلمانوں کا طریق عمل ہو رہا ہے کہ وہ حسینؓ کے مخالفین والا سلوک میرے ساتھ کر رہے ہیں اور ذرا بھی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ میں تو وہ ہوں جو اسلام کی تعلیم کو زندگی بخشنے کے لئے آیا ہوں میرے ساتھ تو ان کا یہ سلوک نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

پھر آپ اور زیادہ ان

حملوں کی شدّت کا ذکر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام پر تو ایک دفعہ حملہ ہوا اور وہ شہید ہو گئے مگر مجھ پر یہ لوگ دن بھی اور رات بھی۔ صبح بھی اور شام بھی ہر وقت اور ہر گھڑی حملے کرتے رہتے ہیں اور حملے بھی اس شدت سے کرتے ہیں کہ گویا ان کے سامنے ایک حسین نہیں بلکہ سو حسین کھڑا ہے کبھی گالیاں دیتے ہیں کبھی کفر کے فتوے لگاتے ہیں کبھی جھوٹے مقدمات دائر کرتے ہیں کبھی مقاطعہ کا اعلان کرتے ہیں کبھی چوڑھوں کو روکا جاتا ہے کہ وہ احمدیوں کے ہاں صفائی نہ کریں کبھی نائیوں کو منع کیا جاتا ہے کہ وہ احمدیوں کی حجامت نہ بنائیں۔ کبھی برتن بنانے والے کمہاروں کو روکا جاتا ہے کہ احمدیوں کو کوئی برتن بنا کر نہ دیں۔ غرض ایک طوفان ہے جو انہوں نے برپا کر رکھا ہے۔ امام حسین علیہ السلام تو کربلا میں دشمنوں کے حملہ کا نشانہ بنے اور شہید ہو گئے مگر میں وہ ہوں جو ہر گھڑی اور ہر لمحہ ان حملوں کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ گویا میرے گریبان میں ایک امام حسینؓ نہیں بلکہ سو امام حسینؓ ان کو نظر آ رہا ہے۔ ایک دفعہ ظلم کے بعد ان کا دل رکتا نہیں بلکہ دوسرے ظلم کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے ظلم کے بعد تیسرے ظلم کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ مخالفین کے مظالم کی شدّت کا نقشہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں کھینچا۔ اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوئی ہتک نہیں بلکہ آپ کی تعریف کی گئی ہے اور یزید کے حملوں کی مذمت کی گئی ہے اور پھر بطور مثال یہ بیان کیا گیا ہے کہ مخالفوں کے حملے اس شدت کے ساتھ ہو رہے ہیں کہ گویا انہیں میرے وجود میں سو امام حسین دکھائی دیتا ہے۔ ایک دفعہ حملہ کرتے ہیں تو انہیں پھر امام حسین نظر آ جاتا ہے پھر حملہ کرتے ہیں تو پھر حسینی نور ان کو دکھائی دینے لگتا ہے اس طرح وہ بار بار مجھ پر حملے کرتے چلے جاتے ہیں۔ پس اس شعر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوئی ہتک نہیں اور نہ اس میں آپ سے اپنے درجہ کی بڑائی کا کوئی اعلان ہے گو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام صحابہؓ سے بلکہ بہت سے انبیاء سے بھی افضل ہیں بلکہ

میرا عقیدہ

تو یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور تمام انبیاء سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے درجہ میں افضل ہیں۔ کیونکہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے افضل ہوئے تو

آپؐ کا بروزِ کامل

بھی لازماً سب سے افضل ہوگا۔ اور گو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہی کہلائے گا مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل مظہریت کی وجہ سے باقی تمام انبیاء سے وہ افضل ہوگا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شعر میں کسی ہتک یا درجہ کی بڑائی کا ذکر نہیں بلکہ امام حسین علیہ السلام کی عظمت کا اس میں ذکر آتا ہے کہ ان لوگوں کو جہاں بھی حسینی نور نظر آتا ہے یہ اس پر حملہ کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ حسینی نور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے مگر امام حسینؓ کے ساتھ یزید کی مخالفت کربلا کے میدان میں ختم ہو گئی تھی۔ لیکن میرے ساتھ ہر لمحہ اور ہر گھڑی مخالفت کا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے انہیں میرے وجود میں ایک نہیں بلکہ سو حسین نظر آ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ اس شعر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہتک کی گئی ہے انہیں سمجھنا چاہیئے کہ جب

کسی کی مثال

کو پیش کیا جائے تو اس مثال سے اس کی ہتک کرنا مراد نہیں ہوتا مثلاً جب ہم کسی کی سخاوت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص حاتم طائی جیسا ہے یا کسی کی جرأت کا ذکر کرنا چاہیں تو کہتے ہیں فلاں شخص رستم ہے۔ اب اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ حاتم طائی یا رستم کی ہتک ہو گئی۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ مثال دینے والا رستم اور حاتم طائی کی عزت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اور وہ ان کی بہادری اور سخاوت کا قائل ہے اسی طرح یہاں امام حسین علیہ السلام کی مثال دے کر ان کی مظلومیت اور یزیدیوں کے ظالمانہ افعال کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام کی ہتک کی ہے۔

دراصل اس کلام میں لوگوں کے مظالم

کا ایسے رنگ میں نقشہ کھینچا گیا ہے جس کا دلوں پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں میں کربلا کے واقعات کا چونکہ بار بار تکرار کیا گیا ہے اس لئے لوگ امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت اور یزید کے مظالم کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے کربلا کا ذکر کر کے امام حسین علیہ السلام کی مثال دے دی تا کہ لوگ سمجھ سکیں کہ

جماعت احمدیہ کی مخالفت

کس قدر شدت کے ساتھ کی جا رہی ہے اگر کسی اور رنگ میں اس کا اظہار کیا جاتا تو لوگوں پر اس کا اتنا اثر نہ ہوتا جتنا اس بات سے ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ یہ لوگ وہی سلوک کر رہے ہیں جو امام حسین کے ساتھ کربلا میں کیا گیا۔ بلکہ کربلا میں تو ایک دفعہ ظلم کو انتہائی کمال تک پہنچا دیا گیا تھا مگر یہاں ہر روز ان کے مظالم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ گویا ان کے سامنے ایک حسین نہیں بلکہ سو حسین کھڑا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی جس قدر مخالفت ہوئی اس کی نظیر ملنا محال ہے حالانکہ

آپ اسلام کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے تھے

اگر عیسائی یا ہندو یا غیر مذاہب کے پیرو آپ کی مخالفت کرتے تو اور بات تھی۔ کیونکہ انہوں نے تو آپ کی مخالفت کرنی ہی تھی۔ تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی مخالفت شروع کر دی اور ایسی شدت کے ساتھ کی کہ جس کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ عیسائی اور یہودی اور ہندو سب تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کی حفاظت کا کام اگر کوئی جماعت کر رہی ہے تو وہ محض احمدیہ جماعت ہے۔ مگر مسلمان اس سے ایسے غافل ہیں کہ وہ جماعت جو اسلام کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہے اسی پر تیروں کی بارش برساتے ہیں۔ یہاں ایک دفعہ

فورمن کرسچین کالج

کا ایک انگریز پروفیسر مسٹر لوکس آیا اور اس نے قادیان کو دیکھا۔ وہ اس وقت امریکہ جا رہا تھا۔ واپسی پر سیلون میں عیسائی ایسوسی ایشن کے سامنے اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا عیسائیوں نے ابھی اس بات کو نہیں سمجھا کہ ان کا مقابلہ اسلام کے ساتھ کس مقام پر ہونے والا ہے وہ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ شاید اسلامی ممالک میں ان کا مقابلہ ہوگا۔ مگر یہ درست نہیں۔ میں ایک ایسے گاؤں میں سے آ رہا ہوں جہاں ریل بھی نہیں جاتی اور جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ

اسلام اور عیسائیت کی آخری جنگ

اس چھوٹے سے گاؤں میں لڑی جائے گی جس کا نام قادیان ہے۔ اگر ہم نے اس گاؤں کے رہنے والوں کو مغلوب کر لیا تو عیسائیت جیت جائے گی۔ اور اگر ہم ان کو مغلوب نہ کر سکے تو عیسائیت شکست کھا جائے گی۔ یہ ایک عیسائی کا اقرار ہے کہ اسلام کی حفاظت کا کام اگر کوئی جماعت کر رہی ہے تو محض احمدیہ جماعت ہے۔ مگر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ہمیں کافر اور دجال کہنے کے سوا انہیں آرام ہی نہیں آتا یہ شدید مخالفت جو آپ کی ہوئی اسی کا نقشہ آپ نے اس شعر میں کھینچا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوئی ہتک نہیں کی۔

—— ۲ ——

ایک غیر احمدی دوست نے عرض کیا کہ غیر احمدیوں کے متعلق حضور کا کیا نظریہ ہے؟

اس پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا آپ اگر غور سے کام لیں تو آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمان گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر جہاں تک اخلاص اور قربانیوں اور دینی احکام پر عمل کا سوال ہے وہ ان میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہی میں کہتا ہوں کہ جہاں تک لفظی ایمان کا سوال ہے ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں موجود ہے مگر جہاں تک

قوتِ عملی اور حقیقی ایمان

کا سوال ہے وہ آجکل کے مسلمانوں میں بالکل مفقود ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ع۲) یعنی ہم جب تک کسی قوم کو اپنے انعامات سے سرفراز فرماتے ہیں تو اس کے بعد وہ انعامات ہم اس سے واپس نہیں لیتے جب تک کہ وہ خود اپنی عملی حالت میں تغیر پیدا کر کے اس بات کی مستحق نہیں بن جاتی کہ اس سے انعامات واپس لے لئے جائیں۔ اس اصل کے ماتحت جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے وہ نشانات نہیں ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ اس لئے لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں کی عملی حالت بگڑ چکی ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اسلام اور قرآن کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کے باوجود ان کے اندر دین کی محبت اور اس کی خدمت کا جذبہ باقی نہیں رہا وہ

دنیا کے لئے قربانیاں

کرتے ہیں مگر دین کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی کرنا بھی وہ پسند نہیں کرتے۔ یہی مسلمانوں کی وہ حالت ہے جس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں کھینچا کہ ؎

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے با کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

اسی طرح ایک اور شعر میں آپ فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اس شعر میں بھی آپ نے دین کی بے کسی کی مثال واقعۂ کربلا سے ہی دی ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح وہاں ہر طرف یزید کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور زین العابدین بیمار و بیکس پڑے تھے وہی حال آج اسلام کا ہے۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے سینکڑوں کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں جن میں اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گندی سے گندی گالیاں دی گئی تھیں۔ مگر کسی کے دل میں یہ درد پیدا نہ ہوا کہ ان گالیوں کا جواب دے۔ اور عیسائیوں کو حلقہ بگوش اسلام بنانے کی جدوجہد کرے۔ آخر یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ یورپ کے کروڑوں لوگ سب کے سب متعصب اور شرارت پسند ہیں۔ اور کوئی بھی سنجیدگی کے ساتھ اسلام پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یقیناً ان میں بھی سعید دل موجود ہیں اور مسلمان اگر اپنے اندر

اسلام کا درد

رکھتے تو ان کا فرض تھا کہ وہ ان کو ہدایت کی طرف لانے کا سامان کرتے اور اپنی تبلیغی کوششوں کو بڑھاتے مگر مسلمان بالکل سوئے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ اور آپ کے ذریعہ ایک ایسی جماعت قائم فرمائی جو اپنے سینوں میں اسلام کا درد رکھتی اور اس کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانیوں پر تیار رہتی ہے۔ چنانچہ ہم نے یورپ میں تبلیغ کی اور خدا تعالےٰ کے فضل سے سینکڑوں عیسائیوں کو مسلمان بنا لیا۔ یہاں تک کہ

ایک انگریز نو مسلم

نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ میں وہ شخص ہوں جس کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بغض بھرا ہوا تھا مگر آپ کے مبلغین کی تعلیم کے نتیجہ میں آج میری یہ حالت ہے کہ میں اس وقت تک سوتا نہیں جب تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیج لوں۔ یہ تغیر ہے جو جماعت احمدیہ کی وجہ سے یورپ میں پیدا ہو رہا ہے مگر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ گالیاں سنتے اور خاموش ہو جاتے۔ حالانکہ اگر ہم اپنے خلاف کسی کی گالیاں برداشت نہیں کر سکتے تو وجہ کیا ہے کہ اسلام اور قرآن کو گالیاں دی جائیں اور ہم کوئی جواب نہ دیں۔ ہمارا جواب یہی ہے کہ ہم کفر پر حملہ کر کے اس کے ماننے والوں کو اسلام کا شکار بنا لیں۔ اور یہی طریق ہم اختیار کر رہے ہیں۔ لوگ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم

جہاد کے منکر

ہیں۔ ان کا یہ الزام تو بالکل غلط ہے لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر تمہارے نزدیک تلوار کا جہاد ضروری ہے تو تم خود کیوں وہ جہاد اختیار نہیں کرتے۔ میں تو دیانتداری کے ساتھ قرآن کریم پر غور کرنے کے بعد اس بات کا قائل ہوں کہ موجودہ زمانہ تلوار کے جہاد کا نہیں بلکہ جو شخص سمجھتا ہے کہ اسلام نے تلوار کے جہاد کا حکم دیا ہے وہ اگر خاموش رہتا ہے تو یقیناً مجرم ہے۔ پھر اگر مسلمان جان دینے سے گھبراتے تھے تو انہیں اسلام کے لئے اس سے ادنیٰ قربانیاں کرنے میں کونسی چیز مانع تھی۔ وہ اپنے مالوں کو قربان کر سکتے تھے وہ اپنے اوقات کو قربان کر سکتے تھے وہ اپنے وطنوں کو قربان کر سکتے تھے وہ اپنے اخلاق اور نفوس کی اصلاح کر کے دنیا کے سامنے

اسلام کا بہترین نمونہ

پیش کر سکتے تھے مگر انہوں نے ان قربانیوں کو بھی چھوڑ دیا اور اسلام کی تمام خوبیوں سے کنارہ کش ہو گئے۔

آج اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کا کسی بات پر جھگڑا ہو تو کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ مسلمان کی تائید کرنا شروع کر دے کیونکہ آجکل کے مسلمان وہ ہیں جنہیں جھوٹ اور دھوکا سے پرہیز نہیں لیکن

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

صرف منافق جھوٹ بولا کرتے تھے باقی تمام مسلمان سچ بولتے اور اس میں اس قدر تشدد اختیار کرتے کہ ایک مسلمان کا کوئی بات کہہ دینا اپنی ذات

میں ایک ثبوت ہوتا کیونکہ مسلمان کے متعلق یہ سمجھا جاتا کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا. لیکن آج اکثر مسلمان جھوٹ بولتے ہیں، اکثر مسلمان دھوکا کرتے ہیں اور اکثر مسلمان دوسروں کا مال غصب کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ ہماری جماعت کے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ

تھے وہ جموں میں شاہی طبیب تھے اور ان کی ایک لڑکی امرتسر میں داؤد صاحب غزنوی کے رشتہ داروں میں بیاہی ہوئی تھی۔ وہ ایک دفعہ قادیان آ رہے تھے کہ راستہ میں اپنی بیٹی کے پاس ٹھہر گئے اور انہوں نے نوکر کو کوئی چیز لانے کے لئے چونی دی اور کہا کہ بازار سے فلاں چیز لے آؤ۔ جب وہ واپس آیا تو چیز بھی اس کے پاس تھی اور چونی بھی اس کے ہاتھ میں تھی کہنے لگا لیجئے یہ سودا اور لیجئے یہ چونی بھی۔ حضرت خلیفہ اول فرمانے لگے کہ میں نے حیرت سے پوچھا یہ چونی کیسی ہے اس نے کہا بات یہ ہے دوکاندار کراڑ (یعنی ہندو) ہے۔ جب میں نے اسے سودے کے لئے چونی دی تو اس نے وہ چونی اپنی صندوقچی پر رکھ دی اور سودا تول کر مجھے دے دیا۔ جب میں نے سودا لے لیا تو میں نے اس سے کہا کہ ذرا فلاں چیز تو دکھاؤ وہ اس چیز کو لانے کے لئے اندر گیا تو میں نے چونی اٹھالی اور اسے کہہ دیا کہ مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے۔ اس طرح سودا بھی آگیا اور چونی بھی آگئی۔ آپ فرماتے تھے میں نے اسے کہا کہ یہ تو

بہت بری بات ہے

تمہیں چونی دھوکا سے نہیں اٹھانی چاہئیے تھی اس پر وہ کہنے لگا کہ کراڑوں کا مال کھانا حرام نہیں یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں اور ان کا مال لوٹ لینا جائز ہے۔ تو

مسلمانوں کے اخلاق

اس حد تک گر چکے تھے کہ وہ غیروں کا مال لوٹ لینا جائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح ریل میں

بلا ٹکٹ سفر کرنا

بعض لوگ بالکل جائز سمجھتے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ انگریز دین کے مخالف ہیں اگر ریل میں بلاٹکٹ سفر کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے اموال غصب کرنے لگ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان میں ایک شخص آیا اور اس نے باتیں کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے بلاٹکٹ سفر کیا ہے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی وقت اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک یا دو روپے نکال کر آپ نے اسے دے دئے اور فرمایا کہ آپ جب واپس جائیں تو ٹکٹ خرید لیں کیونکہ بغیر ٹکٹ کے سفر کرنا ناجائز ہے۔

میرا لڑکا ناصر احمد جب ولایت سے واپس آیا تو میں اس کو لینے کے لئے بٹالہ تک موٹر میں گیا۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب بھی اسی روز اپنے سیلون میں قادیان آ رہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ بھی سیلون میں آجائیں۔ میں نے کہا یہ آپ کے لئے ہے میرے لئے نہیں۔ کہنے لگے ہمیں دوسروں کو بھی بٹھا لینے کی اجازت ہے۔ اس پر میں بیٹھ گیا۔ اسی دن نماز پڑھ کر جب میں مسجد سے گھر میں داخل ہونے لگا تو ایک احمدی میرے قریب آیا اور کہنے لگے میں ایک بات کرنی چاہتا ہوں۔ آپ کو پتہ نہیں لگا اور آپ بے دھیانی سیلون میں بیٹھ گئے میں نے سمجھا کہ یہ تو جائز نہیں۔ چنانچہ میں دوڑ کر گیا اور میں آپ کے لئے ٹکٹ خرید لایا۔ میں نے اسے کہا میں بے دھیانی نہیں بیٹھا بلکہ چودھری صاحب سے میں نے پوچھ لیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ انہیں دوسروں کو بھی بٹھانے کی اجازت ہے۔ مگر اس احمدی دوست کے اخلاص سے مجھے خوشی ہوئی کہ اس نے فوراً میرے لئے ایک ٹکٹ خرید لیا اس خیال سے کہ بغیر ٹکٹ سفر کرنا جائز نہیں۔

غرض مسلمانوں کی عملی حالت گر چکی ہے اور گو زبان پر ایمان کا دعویٰ ہے لیکن دل اخلاص سے خالی ہیں۔ اور یہی ہمارا ان کے متعلق نظریہ ہے۔

کچھ پُرانی یادیں

از مکرم مولوی سید محمد احمد صاحب پراونشل امیر صوبہ اڑیسہ

سونگڑہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد بارہ ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر جو اس وقت میرے دماغ نے میرے سامنے پیش کیا تھا وہ بیان کر چکا ہوں۔ ابھی دو صحابی اور تھے (خالصاحب حضرت سید مولوی ضیاء الحق صاحب اور حضرت مولوی سید اختر الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہما) کہ میرے سامنے نظارہ بدل گیا اور اس زمانہ کے مخالفینِ سلسلہ کے انجام کی طرف منتقل ہو گیا۔

اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ اور اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ کے ایمان افروز و حیرت انگیز واقعات ایک ایک کر کے میرے سامنے آنے لگے!!

سب سے پہلے میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو حضرت سید نیاز الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا دوسرا لڑکا تھا۔ بڑا ہی دنیا دار مقدمہ باز تھا۔ اور احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ سلسلہ کے ساتھ ٹھٹھا تمسخر اور بدکلامی اس کا شیوہ تھا۔ اس کے ہاتھوں اس کے والد حضرت نیاز الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہت دکھ دئے گئے، ستائے گئے اور آبائی مکان وغیرہ کو چھوڑ کر محلہ کو سمبی میں اپنا گھر بنایا اور آخری وقت تک وہیں گذارا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو اس بد زبان نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "اب تو مرزا مر چکا ہے لاؤ اس کی بیوہ سے میں نکاح کر دوں" (نعوذ باللہ) اس سے احمدیوں کو سخت صدمہ پہنچا مگر وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ خدائے غیور نے اس کا جواب دیا وہ اس طرح کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص فوت ہوا اور لاولد فوت ہوا۔ اس کی بیوہ نے آخر کار اپنے بہنوئی (جس کی بیوی فوت ہو چکی تھی) سے متہم ہو کر اس سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ چلی گئی۔ اب اس کا کوئی نام لیوا نہیں رہا۔

اس کے بعد کٹک کی کسی درگاہ کے ایک متولی کا نظارہ سامنے آیا۔ ایک مخلص احمدی کا بڑا لڑکا کٹک میں فوت ہو گیا اور انہوں نے اس درگاہ کے قبرستان میں دفنانا چاہا۔ اس درگاہ کے ساتھ ان کا تعلق بھی تھا اور اس قبرستان میں دفنانے کا حق بھی۔ اور اس وقت شہر کٹک میں احمدیوں کے لئے کوئی الگ قبرستان بھی نہیں تھا۔ مگر اس متولی نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ احمدی کافر ہیں نجس ہیں۔ میں ان کو ہرگز اس قبرستان میں دفنانے نہیں دوں گا اس سے ہمارے مخلص احمدی بھائی کو بڑا صدمہ پہنچا۔ ایک تو اپنے لڑکے کی وفات کا صدمہ تھا ہی۔ دوسرے اس متولی کے اس بیرحمانہ اور ظالمانہ سلوک سے ان کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ ناچار اپنے لڑکے کی لاش کو کسی اور جگہ غیر قبرستان میں سپرد خاک کیا اور خدا سے اس کی داد چاہی۔

کچھ دنوں کے بعد تقدس کا جامہ پہننے والے متولی صاحب پر سرکاری تحویل تغلب کا الزام لگا۔ تحقیقات شروع ہوئی۔ جس کا قرار پائے گرفتاری کا حکم نافذ ہونے کو تھا کہ رات افیون کھا کر خودکشی کر لی۔

اسی زمانے میں ابوالفرح نامی ایک مولوی صاحب کٹک آئے ہوئے تھے انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ شخص حرام موت مرا ہے۔ اسے اس درگاہ کے قبرستان میں دفنایا نہ جائے !!

اللہ اللہ۔ احمدی لاش کی بابت محض دشمنی سے متولی نے جو کچھ کیا تھا بعینہ اس کی لاش کے بارے میں وہی کیا گیا اور ساتھ ہی اس کی پاکی کا بھانڈا بھی پھوٹ گیا۔ اور بیچ بازار پھوٹ گیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

اس کے بعد سونگڑہ کے ایک سید صاحب کا خیال آیا۔ یہ صاحب نہایت ہی پستہ قد تھے۔ ان کا قد کوئی نو دس برس کے بچے کے قد کے برابر تھا۔ آواز مہیب۔ منہ پر ایک لمبی اور گھنی ڈاڑھی۔ چال نرالی اکھڑ لڑ۔ روزگار رہنے ہوئے تھے۔ یہ صاحب بھی احمدیت کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے رہتے تھے۔ پڑھے لکھے تو کچھ نہ تھے مگر احمدیت کی مخالفت میں ہمیشہ حقارت آمیز لہجہ میں کہتے تھے "سڑا مذہب" "سڑا مذہب"۔ خدائے غیور نے اس کے سارے بدن پر مرض جذام کو مسلط کر دیا گویا سڑا دیا اور اسی میں وہ فوت ہوئے اور لاولد فوت ہوئے۔ احمدیت کو سڑا مذہب کہا تھا اسی کا بدن سڑ گیا۔

اس کے بعد سونگڑہ کی ایک سیدانی کا خیال آیا احمدیت کی مخالفت میں وہ میرے والد رضی اللہ عنہ کا نام لیکر کہتی پھرتی تھی کہ عبدالرحیم جو گندہ مذہب پھیلا رہا ہے اس کی لڑکیوں کو کون لے گا۔ یہی گندے اور وحشی وہابیوں کی اولاد سے بیاہی جائیں گی۔ اور کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ (اس وقت کسی سیدزادی کا کسی غیر سید سے نکاح کرنا حرام کے مترادف تھا)

اللہ تعالےٰ نے اسے وفات نہیں دی جب تک کہ والد رضی اللہ عنہ کی چاروں لڑکیاں معزز شریف سادات خاندانوں میں بیاہی نہ گئیں اور ـــــ اپنی حینِ حیات میں اپنی آنکھوں سے اپنی نواسی کا

نکاح ایک غیر معروف شیخ کے ساتھ ہوتے دیکھ نہ لیا ـــــ !!

اس کے بعد سونگڑہ کے ایک معزز لاخراجدار سید صاحب سامنے رہتے تھے۔ سلسلہ کے لٹریچر سے اچھی طرح واقف تھے حضرت مولوی سید سعید الدین صاحب رضی اللہ عنہ ہمیشہ سلسلہ کے اخبارات اور ریویو آف ریلیجنز وغیرہ رسالے پڑھنے کو دیتے رہتے تھے اور وہ پڑھتے بھی اچھی طرح تھے۔

ایک دفعہ حضرت سید سعید الدین صاحب نے پوچھا کہ آپ تو سلسلہ احمدیہ سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہیں مگر آپ نہ ہی اسے قبول کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی شک و شبہ پیش کرتے ہیں بات کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ سعید و میاں! (حضرت مولوی سید سعید الدین صاحب رضی اللہ عنہ) کیا تم مجھے بھی اپنی طرح بیوقوف بنانا چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری طرح بیعزت ہو جاؤں تمہاری پہلے کیا عزت تھی اور اب کیا ہے جو آتا ہے گالی دے جاتا ہے۔ جو دیکھتا ہے ڈھیلا پتھر چلا تا ہے۔ ہماری مجلسوں سے تم نکالے جاتے ہو۔ دعوت دے کر دستر خوان سے تمہیں اٹھا دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خدا کی شان وہ اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک اپنے ہم مذہب ایک رذیل شخص سے جو تعلقداروں کا کام کرتا تھا سخت بیعزت نہ ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھوں پٹ نہ گئے۔ اور ان کی عزت خاک میں نہ مل گئی۔ عبرت! عبرت!!

اس کے بعد میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ آ گیا جب کہ حضرت مولوی سید سعید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی امتہ الحی فوت ہو گئیں۔ اور انہیں دفنانے کے لئے اپنے آبائی قبرستان میں قبر کھودی گئی تو آس پاس کے تمام محلوں سے تقریباً تمام سادات جمع ہو گئے اور قبرستان ان لوگوں سے بھر گیا چیخنے چلانے لگے کہ ہم ہرگز دفن کرنے نہ دیں گے۔ کون مردکا بچہ لاش دفنانے لایا ہے۔ جو لائیگا اس کی بھی لاش نکال دیں گے وغیرہ وغیرہ جب ان کا شور و شر بہت بڑھ گیا۔ اور لاش پڑی رہی تو حضرت مولوی سید انعام رسول صاحب مرحوم کے مشورہ سے غیر احمدیوں کے سامنے نعش کو لا یا گیا اور نگرانی کے تختے جمع کئے گئے تو ان پر واضح کیا گیا کہ لاش کو لے کر کٹک مجسٹریٹ کے پاس جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ فلاں فلاں آدمیوں نے ہماری لاش کو ہمارے قبرستان میں دفنانے نہیں دیا اب آپ اس کا کوئی انتظام کریں وغیرہ۔

غیر احمدیوں کو جب یقین ہو گیا کہ واقعی یہ لوگ اب اپنی لاش لے کر مجسٹریٹ کے پاس کٹک جانے کا انتظام کر رہے ہیں تو جنگِ احزاب کی طرح مختلف بہانے کر کے ایک ایک کر کے وہاں سے ٹل گئے۔ اور شام تک قبرستان خالی ہو گیا اور احمدیوں نے اپنی لاش کو اطمینان سے دفنایا۔

انہی لوگوں میں ایک سید صاحب تھے جو قبر میں پاؤں لٹکا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کون لاش دفنانے آتا ہے۔ آئے۔ دفنانے سے پہلے اس کی لاش نکال دی جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

کچھ دنوں کے بعد یہی آنکھیں یہ نظارہ دیکھتی ہیں کہ وہی سید صاحب ہیں اور وہی قبرستان ہے۔ بیچ قبرستان میں سید صاحب چت پڑے ہیں اور ایک کسان بچہ ان کے سینہ پر چڑھ بیٹھا ہے۔ دونوں ہی سخت غصہ میں ہیں۔ کسان بچے نے سید صاحب کو بے بس کر دیا ہے۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اول ان کے دونوں ہاتھوں کو ان کے سینہ پر بیٹھ کر پکڑا۔ پھر ایک ہاتھ سے سید صاحب کے دونوں ہاتھوں کو قابو میں لا کر اپنے سر سے ایک رومال کھولی کر سید صاحب کے گلے میں بڑی مشکل سے ڈالا اور کسنا چاہا اور کچھ کس بھی دیا۔ مگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کیا۔ اور اسے یہ خیال آنے پر کہ اگر مر گیا تو اس کی خیر نہیں اچانک سینہ پر سے اٹھ کر بھاگ گیا۔ سید صاحب مذکور لوگوں کے سہارا سے اٹھے اور کچھ دیر وہیں بیٹھے رہے سخت نڈھال ہو گئے تھے بولنے کی طاقت بھی نہ تھی۔ کچھ دیر ستانے کے بعد اپنے گھر کی راہ لی جس قبرستان میں لاش نکالنے کی دھمکی دی تھی اسی قبرستان میں ان کی لاش نکلتے نکلتے بچی۔

سونگڑہ کے ایک اور سید صاحب کا واقعہ یاد آ گیا۔ جس زمانہ میں احمدیوں کو بہت تنگ کیا جاتا تھا۔ گھر سے نکلنا دشوار ہو چکا تھا۔ راستہ میں کہیں کوئی احمدی دکھائی دیتا تو بس خونخوار جانوروں کی طرح اس کی طرف جھپٹتے اور زد و کوب اور گالی گلوچ کے بغیر گھر واپس نہ ہونے دیتے تھے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی۔ داروغہ صاحب تحقیقات کے لئے آئے۔ ان کے سامنے سید صاحب مذکور نے احمدیوں کو حقارت آمیز لہجہ میں کہا کہ "تمہاری ہستی ہی کیا ہے ہم اگر پیشاب کر دیں تو تم بہہ جاؤ۔" کچھ دنوں کے بعد وہ سید صاحب خود پیشاب ہی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور عین عالم جوانی میں کوچ کر گئے!

سونگڑہ میں جب احمدی لاش کو غیر احمدیوں نے قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا تھا اور احمدیوں و غیر احمدیوں میں سخت لڑائی ہوئی تھی۔ مقدمہ کچہری میں دائر تھا اس وقت احمدیوں نے اپنی جائداد بیچ بیچ کر مقدمہ چلایا مگر سونگڑہ کے غیر احمدیوں کو فکر ہوئی کہ کس طرح مقدمہ چلایا جائے حالانکہ وہ احمدیوں سے تعداد میں زیادہ تھے۔ اور ان کی جائدادیں احمدیوں سے کہیں زیادہ تھیں ان کو تسلی دینے کے لئے کٹک کے ایک سید صاحب اٹھے جو بڑے تاجر تھے اور کٹک کے مشہور مالداروں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کارِ ثواب کے لئے اپنا سارا خزانہ وقف کرتا ہوں اور خزانہ کے دروازہ کو کھول دیتا ہوں جو چاہو خرچ کرو وغیرہ وغیرہ

خدا کی شان مقدمہ میں جو خرچ ہوا وہ تو زیادہ نہ تھا مگر خزانہ کا دروازہ جو احمدیوں پر مظالم ڈھانے کے لئے کھلا تھا وہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا بند کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ تجارت میں گھاٹے پر گھاٹا ہونے لگا۔ لائسنس منسوخ ہونے لگے۔ جائدادیں فروخت ہونے لگیں اور ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ رہائش کے مکان اور قوتِ لا یموت کے سامان کے سوا اور کچھ نہ رہا۔!!

سونگڑہ کے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مخالفت کرنے والے اور احمدیوں پر مظالم ڈھانے والے غیر احمدیوں کا انجام بھی دیکھ لیں۔

● ـــــ ایک شخص تھے دراز قد جوان۔ اور پستہ قد سید صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ قبر اکھیڑنے والوں میں شریک تھے عین عالم جوانی میں مسلول ہو کر لاولد فوت ہوئے صرف ایک لڑکی اور بیوہ چھوڑی تھی لڑکی تو بیاہ ہو کر دوسری جگہ چلی گئی اب ان کے مکان میں صرف اکیلی بیوہ رہ گئی ہے جو گھر میں چراغ جلاتی ہے اور بس۔ !

● ـــــ ایک اور سید صاحب تھے جو اس زمانہ میں "کرزن گزٹ" نامی اخبار منگوایا کرتے تھے اور احمدیت کے خلاف اس کے چھپے ہوئے مضامین پڑھ پڑھ کر سناتے اور لوگوں کو احمدیت کی مخالفت پر بھڑکایا کرتے تھے۔ وہ تو صرف ایک نیم پاگل لڑکا چھوڑ کر فوت ہو گئے لڑکے نے بھی باپ کی طرح مخالفت شروع کر دی اور اپنے باپ کی بڑی جائداد کو فروخت کر کے گذارہ کیا۔ آخر میں بالکل قلاش ہو کر لاولد فوت ہو گئے۔ ان کا کوئی نام و نشان نہیں رہا۔ !

● ـــــ ایک اور سید صاحب مخالفت میں پیش پیش تھے۔ وہ بھی "کرزن گزٹ" نامی اخبار اور اہلحدیث کا پرچہ منگوایا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو سنا سنا کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت پر اکسایا کرتے تھے۔ وہ دو لڑکے چھوڑ کر فوت ہوئے۔ ان میں سے بڑا لڑکا احمدیوں کا عقیدۃً مخالف ہے مگر تشدد و ظلم کا حامی نہیں ہے۔ احمدیوں کے ساتھ کھاتا پیتا بیٹھتا اٹھتا اور ہماری مجالس میں آتا ہے اور ابھی وہ سونگڑہ سے باہر ہی رہتا ہے۔ وہ تو صاحب اولاد ہے دوسرا لڑکا جو اپنے بھائی کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کا ضد ہے وہ لاولد ہے

● ـــــ ایک سید صاحب کے چار لڑکے تھے۔ دوسرا لڑکا کہیں سے مولوی بن کر آیا اور احمدیوں کے خلاف پرچار کرنے لگا۔ وہ عین عالم جوانی میں لاولد فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا دوسرا بھائی کہیں سے مولوی بن کر آیا اور اس نے بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح مخالفت شروع کر دی۔ وہ بھی عین جوانی کے عالم میں لاولد فوت ہو گیا ان کا سب سے چھوٹا بھائی بھی مولوی بن کر آیا غیر احمدیوں کے سر آنکھوں پر جگہ پائی۔ احمدیت کے خلاف ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا تھا ابھی اس کا پہلا نمبر ہی نکلا تھا اور دوسرا نکلنے پر تھا کہ عین جوانی میں مسلول ہو کر لاولد فوت ہو گیا۔

ان لوگوں کا ایک چچیرا بھائی بھی کہیں سے مولوی بن کر آیا۔ احمدیت کے خلاف محلہ محلہ پھر کر لیکچر دیا کرتا تھا اور اکثر اپنے لیکچر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے واقعہ کو نہایت ہی جھوٹ اور دھوکے سے بیان کرتا اور آخر میں "خش کم جہاں پاک" کہتا تھا۔ ایک بار ایک احمدی نوجوان نے پوچھا مولوی صاحب آپ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے واقعہ کو صریحاً جھوٹ اور بے بنیاد بیان کرتے ہیں خیر یہ تو آپ لوگوں کا کام ہی ہے آپ یہ "خش کم جہاں پاک" میں "خش" بڑی شین کے ساتھ کہاں سے لے آئے۔ کہنے لگے ہمارے مولویوں نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ گویا کاسہ لیسی کی حد کر دی۔ یہ مولوی صاحب بھی لاولد فوت ہوئے اور بڑی شین یادگار میں چھوڑ گئے۔

اس کے بعد کسی نے آواز دی اور یہ سلسلہ ٹوٹ گیا دو تین گھنٹے اسی خیال میں ایسا محو رہا کہ میں اپنی بیماری کو بھول گیا اور آنکھوں ....

ادائیگی بقایاجات کے متعلق
سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا
ایک ضروری ارشاد

حضور فرماتے ہیں:-

"میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں ......
... وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات بہت زیادہ ہیں - یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے"

سیدنا حضرت اقدس کے مندرجہ بالا ارشاد کے پیش نظر احباب جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی ذاتی اور خانگی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے اپنے ذمہ بقایا چندہ جات کی رقوم کو فوری طور پر ادا کرنے کی طرف توجہ فرمائیں -

موجودہ مالی سال کے پہلے آٹھ ماہ گذر چکے ہیں اور اب تقریباً چار ماہ باقی رہ گئے ہیں - ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب اپنے بقایاجات کو جلد صاف کرنے کی فکر کریں - اور اس بات کا عملی طور پر ثبوت دیں کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد بیعت پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل پیرا ہیں -

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین -

ناظر بیت المال قادیان

۲۶ دسمبر ۱۹۶۰ء کو
قادیان کے ایک درویش بشیر احمد صاحب سندھی کی ربوہ میں وفات

انا للہ وانا الیہ راجعون

قادیان - ۳۰ دسمبر - ربوہ کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر قادیان سے ڈیڑھ سو کے قریب درویش ۲۴ دسمبر کی صبح کو قافلہ کی صورت میں روانہ ہوئے - انہی میں ہمارے ایک مقامی درویش بھائی بشیر احمد صاحب سندھی بھی تھے - ان کی طبیعت چند روز سے پہلے ہی علیل تھی - مگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت و ملاقات اور جلسہ سالانہ کی برکات سے متمتع ہونے کی شدید خواہش کے پیش نظر مع اہل و عیال روانہ ہوئے - راستہ میں شدید سردی تھی - یہ قافلہ نو بجے رات ربوہ پہنچا - یہ رات اور اگلے دن طبیعت زیادہ خراب ہو گئی - چنانچہ ۲۶ دسمبر کو انہیں فضل عمر ہسپتال میں لے جایا گیا - مگر باوجود بروقت طبی امداد بہم پہنچ جانے کے وہ جانبر نہ ہو سکے اور پانچ بجے شب وفات پا گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - تجہیز و تکفین کے بعد مورخہ ۲۷ دسمبر کو بعد نماز ظہر و عصر جلسہ گاہ میں ہی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی - اور جلسہ سالانہ کے ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے - بعد نماز جنازہ مرحوم کو تابوت میں بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا -

مرحوم نے اپنے پیچھے جواں عمر بیوہ ایک کمسن بچی اور تین خورد سال لڑکے چھوڑے ہیں - اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور مرحوم کو بلندیٔ درجات عطا فرمائے آمین -

ادارہ بدر مرحوم کے تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے - اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے

بقیہ از مضمون علامہ نیاز فتحپوری
بقیہ صفحہ ۲

اور میں کہ ان کے بہت سے معتقدات کا اصولاً قائل نہیں، ان سے محبت کرتا ہوں، ان کی بڑی عظمت اپنے دل میں پاتا ہوں، میں ان کو بہت بڑا انسان سمجھتا ہوں - ایسا کیوں ہے؟ غالباً اس لئے کہ آپ حقیقت کو ڈھونڈھتے ہیں کتابوں میں، میں اس کی جستجو کرتا ہوں دلوں میں - اور میرزا غلام احمد صاحب کے دل میں، میں نے اسی حقیقت کو جلوہ گر پایا -

سمجھے روایات میں نہ الجھائیے، ورنہ پھر میں وہی عقل ہرزہ کار کی باتیں شروع کر دوں گا، جو ہم سال کی کوشش کے بعد بھی نہ مجھے انسان بنا سکیں نہ کسی اور کو، حالانکہ میرزا صاحب نے اپنی بہت سی سمجھ میں نہ آنے والی باتوں ہی سے نہ جانے کتنے حیوانوں کو انسان بنا دیا

"دلستان ما بین النخل والحجر"

(نگار ماہ دسمبر ۶۰ء صفحہ ۲۸ تا ۳۰)

آئندہ مردم شماری میں
اپنی مادری زبان اُردو
لکھوائیے ہندوستانی نہیں

دعائے مغفرت

افسوس! مکرم منشی محمد رحمت اللہ خاں صاحب سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ چک امرچھ کشمیر مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۰ء کو بوقت سحر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے - احمدیت کی محبت اور عقیدت گویا ان کے رگ و ریشے میں سمائی ہوئی تھی - اور تبلیغ ان کی روح کی غذا تھی - احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ ان کا ایک خاص شغل تھا - آپ جہاں بھی جاتے تبلیغ نہ چھوڑتے - مرحوم احمدیت کے سچے خادم تھے - پیدائشی احمدی تھے اور بفضلہ تعالیٰ تہجد گذار نیز موصی بھی تھے - صاحب فراش ہونے کے باوجود نماز نہیں چھوڑی - بیماری کی اس مصیبت میں آپ کی اہلیہ اور ہمشیرہ نے آپ کا بڑا ساتھ دیا - اور نہایت ہمت اور استقلال کے ساتھ حق خدمت ادا کیا - جزاھما اللہ احسن الجزاء

آخر وقت جب حالت نازک ہو گئی تو احمدیت کے اس خادم نے دنیا کی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا اور خوشی خوشی اپنی جان اپنے حقیقی مولا کے سپرد کر دی - اور اس طرح جماعت احمدیہ کا یہ پرجوش آنریری مبلغ اس دار فانی سے کوچ کر گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون -

یہ خبر بجلی کی طرح قریبی دیہات میں پھیل گئی - چنانچہ یاڑی پورہ، زینہ متی، براز لو کے احمدی احباب جنازہ میں شریک ہوئے

تمام بزرگانِ سلسلہ و درویشان قادیان و صحابہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض ہے کہ مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا فرمائیں - نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

خاکسار
راجہ غلام محمد خاں احمدی
صدر جماعت احمدیہ چک امرچھ کشمیر

درخواست دعا:- کچھ عرصہ سے عاجزہ مختلف امراض میں مبتلا چلی آ رہی ہے نیز عاجزہ کے شوہر کبیر محمد صاحب کلکتہ سے گھر میں آ کر آجکل کھانسی وغیرہ امراض میں مبتلا ہیں - سلسلہ کے بزرگ اور درویش ہم دونوں کی شفایابی کیلئے دعا فرمائیں - سیدہ بی بی سونگڑہ اڑیسہ

زکوٰۃ
اموال کو بڑھاتی اور نفوس کا تزکیہ کرتی ہے

بقیہ صفحہ اوّل

نیز دنیا میں غلبۂ اسلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت یابی اور درازیٔ عمر کے لئے نہایت درد و الحاح اور سوز و گداز سے اجتماعی دعائیں بھی کی گئیں - پھر نماز تہجد کے علاوہ نظارت اصلاح و ارشاد کے زیر اہتمام مسجد مبارک میں نماز فجر کے بعد قرآن مجید کے خصوصی درس کا بھی انتظام کیا گیا تھا - جو مکرم و محترم مولوی جلال الدین صاحب شمس التزام سے دیتے رہے - نماز تہجد - نماز فجر اور پھر اس کے بعد درس قرآن مجید میں احباب اس قدر کثیر تعداد میں شریک ہوتے رہے کہ کو شدید سردی کے باوجود مسجد کا مسقف حصہ ہی نہیں بلکہ صحن کا حصہ بھی بڑی حد تک پر ہو جاتا تھا - الغرض جلسہ کے بابرکت ایام میں ربوہ کی سرزمین میں دن اور رات اس کثرت سے ذکر الٰہی بلند ہوتا رہا کہ ربوہ کی سرزمین ہزاروں ہزار مومنین کی سجدہ گاہ بنی رہی ٭

عہد بیعت
میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا

خبریں

یونائیٹڈ نیشنز - ۲؍جنوری - لاؤس پر کمیونسٹ ملک شمالی ویتنام کی فوجوں کے حملے سے حالات اس قدر نازک ہو گئے ہیں کہ امریکی جنگی جہاز تیار کھڑے ہیں اور کچھ ہوائی جہاز اپنے اڈوں سے چل پڑے ہیں۔ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ نزدیک ہی جنگی مشقیں کر رہا ہے - اتحادی سبھا کے سیکرٹری جنرل نے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر کانگو اور جنوبی افریقہ کا دورہ ملتوی کر دیا ہے - امریکہ کی درخواست پر سیٹو کی فوجی کمان کا ہنگامی اجلاس آج رات بنکاک میں شروع ہونے والا تھا - معلوم ہوا ہے کہ لاؤس کے حالات کے پیشِ نظر اتحادی سبھا کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمرشولڈ نے اپنا کانگو اور جنوبی افریقہ کا دورہ ملتوی کر دیا ہے وہ آج اس دورہ پر روانہ ہونے والے تھے - اور انہیں سنگواد کو کانگو کی راجدھانی لیوپولڈ ول پہنچ جانا تھا مسٹر ہیمرشولڈ نے آج لاؤس اور کانگو کے مسائل پر اپنے مشیروں کے ساتھ اہم مشورے کئے - اور امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ بیڑہ جنوبی چین میں مشقیں کر رہا ہے - اس بیڑے میں ہیلی کوپٹر بھی ہیں - جو لاؤس میں فوجیں پہنچا سکتے ہیں - اس کے علاوہ امریکہ کے جنگی جہاز تیار کھڑے ہیں - باربرداری اور فوجوں کو لے جانے والے ہوائی جہاز بھی تیار ہیں - کچھ ہوائی جہاز اپنے اڈوں سے چل بھی پڑے ہیں - امریکہ کے ایما پر جنوب مشرقی ایشیا کے فوجی ادارہ سیٹو کے ممالک کی ہنگامی کانفرنس سیام کی راجدھانی بنکاک میں بلائی گئی ہے کانفرنس آج شام ہونے والی تھی سیٹو کے ترجمان نے کہا ہے کہ ابھی لاؤس سرکار کی طرف سے سیٹو کونسل کو امداد کی اپیل موصول نہیں ہوئی - امریکہ کے وزیرِ خارجہ مسٹر ہرٹر اپنی چھٹی منسوخ کر کے واپس واشنگٹن پہنچ گئے ہیں - اور وہ اپنے مشیروں سے مشورہ کر رہے ہیں - مسٹر کینیڈی کو ساری صورتِ حال سے باخبر رکھا جا رہا ہے۔

بمبئی - ۲؍جنوری - بمبئی کسٹمز نے آج ندگاؤں گودی میں ایک دیسی ساخت کی کشتی سے ۳۸ لاکھ روپے کی مالیت کا ناجائز سونا پکڑا ہے - یہ کشتی وسطِ مشرق کے دیشوں کی طرف سے آئی تھی - حالیہ برسوں میں اتنا سونا ایک دن میں کبھی نہ پکڑا گیا تھا - کسٹمز کو اس وقت سراغ ملا جب اس نے تین اشخاص کو گودی کے علاقہ میں مشکوک ڈھنگ پر گھومتے پایا تلاشی پر ایک شخص کے قبضہ سے ایک ہزار تولہ سونا برآمد کیا - اس کے بعد جب کشتی کی مزید تلاشی لی گئی تو اس میں سے ۲۶ ہزار تولہ سونا اور برآمد کیا۔

وین تیان - ۲؍جنوری - روسی ساخت کے ۱۵ ایوشن جہاز کمیونسٹ نواز پاتھٹ لاؤ کی فوجوں کے لئے گولہ بارود اور اسلحہ لے کر آج وسطی لاؤس کے ہوائی اڈہ جارز پر اترے - مغرب کے سراغرسانی حلقوں نے کہا ہے کہ کمیونسٹ نواز فوجوں کے جارز کے میدان پر قبضہ کے بعد روسی جہاز کل اترے تھے۔

نئی دہلی - ۲؍جنوری - روسی وزیرِ اعظم مسٹر خروشچیف نے نوروز کے موقعہ پر وزیرِ اعظم پنڈت نہرو کو ایک پیغام بھیجا ہے جس میں اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے کہ روس اور بھارت کندھے سے کندھا ملا کر دنیا میں قیامِ امن - اسلحہ بندی اور نوآبادیاتی نظام کے قطعی خاتمہ کے سلسلہ میں آپس میں مل کر جدوجہد کرتے رہیں گے - اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ بھارت اور روس نئے سال میں بھی ان مسائل کے حل کی غرض سے آپس میں سرگرم تعاون کرتے رہیں گے - اور دونوں ملکوں کا یہ تعاون اور دوستی دن بدن مضبوط اور وسیع تر ہوتی جائے گی - جس سے دونوں ممالک کے عوام اور عالمی امن کو فائدہ پہنچے گا۔

یونائیٹڈ نیشنز (نیویارک) کانگو میں اتحادی سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمرشولڈ کے نمائندہ شری راجیشور دیال نے سیکرٹری جنرل سے مانگ کی کہ کانگو کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے سیکورٹی کونسل کا اجلاس بلایا جائے - انہوں نے کہا کرنل موبوٹو کی فوجوں نے صوبہ کیوو میں لومبا نواز فوجوں پر جو کیا ہے اس میں بلجیم سرکار بھی شریک ہے - اس نے روآنڈا ارونڈی کے امانتی علاقہ سے اپنی فوج صوبہ کیوو میں بھیجی ہے - ایک اور اطلاع ہے کہ امریکہ کے خلاف کیوبا کی شکایت پر سیکورٹی کونسل بدھوار کو غور کرے گی۔

لنڈن - ۲؍جنوری - اخبار "سنڈے ٹائمز" کی اطلاع کے مطابق واشنگٹن میں اب یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اب پاکستان روس کی طرف پہلے سے زیادہ جھک رہا ہے - اور پاکستانی رویہ میں جو تبدیلی آئی ہے اس کی وجہ سیاسی بھی ہے اور فوجی بھی - ایک وجہ مسٹر خروشچیف کی یہ وارننگ ہے کہ اگر پاکستان نے امریکی جاسوس جہازوں کو پاکستان کے اڈے استعمال کرنے کی اجازت دی تو روس پاکستان کے ہوائی اڈوں پر حملہ کر دے گا - یہ سیاسی وجہ ہے - دوسرے پاکستان کو یہ بھی خدشہ ہے کہ مسٹر کینیڈی کے صدر بننے کے بعد امریکی سرکار کا رویہ پاکستان کی بجائے بھارت کے تئیں زیادہ دوستانہ ہو جائے گا - پاکستانی اب یہ سوچنے لگے ہیں کہ شائد مغرب کے ساتھ نیٹو جیسے فوجی معاہدوں میں منسلک ہونے کی بجائے بظاہر غیر جانبداری کا درجہ اپنانے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔

سردار نگر (بھاونگر گجرات) ۲؍جنوری انڈین نیشنل کانگرس کا ۶۶ واں سالانہ اجلاس ۲؍جنوری سے شروع ہو رہا ہے - پروگرام حسبِ ذیل ہے:-

۳؍جنوری - ورکنگ کمیٹی کا اجلاس
۴؍جنوری - جھنڈا لہرانے کی رسم (صبح) اور سبجیکٹس کمیٹی کی میٹنگ بعد دوپہر
۵؍جنوری - سبجیکٹس کمیٹی کی میٹنگ
۶؍جنوری سبجیکٹس کمیٹی کی میٹنگ اور کھلا اجلاس۔
۷؍جنوری - کھلا اجلاس۔

سردار نگر - ۲؍جنوری - صدر کانگرس شری سنجیوا ریڈی انڈین نیشنل کانگریس کے ۶۶ ویں سالانہ اجلاس کی صدارت کرنے کے لئے آج یہاں پہنچے - بھاونگر ہوائی اڈے پر ان کا سواگت کیا گیا - ان کے ساتھ کانگرس کے تین جنرل سیکرٹری بھی آئے - گاندھی آشرم سے انہیں جلوس کی شکل میں سردار نگر لایا گیا۔

جموں - ۲؍جنوری - شری جی ایم صادق - شری جی پی دھر - شری گردھاری لال ڈوگرہ اور سید میر قاسم نے کل صبح ریاستی وزراء کے طور پر حلف لیا - حلف یوراج کرن سنگھ صدرِ ریاست نے دلایا - اس کے ساتھ ہی صوبائی گورنمنٹ نے مختلف وزراء میں محکموں کی نئے سرے سے تقسیم کی - پہلے وزیروں کی تعداد ۷ تھی - اب یہ تعداد بڑھ کر ۱۱ ہو گئی ہے - یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ چاروں نئے وزیر ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس سے تعلق رکھتے ہیں جسے کہ اب توڑا جا چکا ہے

بمبئی ۲؍جنوری - وزیرِ اعظم پنڈت نہرو نے آج پولیس افسروں کو تلقین کی کہ وہ عوام کی تکالیف کو سمجھیں اور ان کے تعاون سے اپنے فرائض سرانجام دیں - پولیس افسروں کو صحیح معنوں میں ویلفیئر افسر (لوگوں کی سیوا کے افسر) بننا چاہئے شری نہرو نئے صوبہ مہاراشٹر کی پولیس کو نیا جھنڈا عطا کرنے کے بعد ان سے خطاب کر رہے تھے۔

بمبئی - ۲؍جنوری - وزیرِ اعظم پنڈت نہرو نے کل چوپاٹی پر منعقدہ ایک بھاری پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دیش واسیوں سے ہر قیمت پر دیش کا اتحاد برقرار رکھنے کی اپیل کی اور کہا کہ دیش کا اتحاد یا نیشنل پلانوں یا کسی دوسری چیز سے ہر حالت میں قیمتی ہے - خاص طور پر موجودہ حالات میں جب کہ ہم اس بدلتی ہوئی دنیا کے پس منظر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مکمل اتحاد کی اور بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے - کیونکہ دنیا کے کئی حصوں میں فوج جمہوریت کو جھکیل کر خود برسرِ اقتدار آ گئی ہے - اس طرح ایشیا اور دنیا کے کچھ حصوں میں حالات بالکل بدل گئے ہیں - لیکن بھارت ابھی تک جمہوریت کا علم بلند کئے ہوئے ہے - ایسے حالات میں جنتا کا باہمی اتحاد بے حد ضروری ہے - پنڈت نہرو نے حاضرین کو مشورہ دیا کہ وہ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے - آج جس دنیا میں ہم رہ رہے ہیں یہ سخت خطرناک دنیا ہے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی ہیں کچھ بڑی طاقتیں کچھ چھوٹی لاؤس اور کانگو جیسی چھوٹی طاقتوں کے دونوں طرف آ کھڑی ہوتی ہیں - یہ وہ وقت ہے جب کہ دیش کے عوام میں مکمل اتحاد ہونا چاہئے - سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے پردھان منتری نے کہا بھارت نے سوشلزم اور ڈیموکریسی کا راستہ منتخب کیا ہے جمہوریت میں فرقہ وارانہ جذبات کے لئے کوئی جگہ نہیں لیکن آپ نے کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوتا ہے کہ ۱۳ سال کی آزادی کے بعد بھی ہمارے دیش واسی پکے نیشنلسٹ نہیں بن سکے - بلکہ ہمارے ہاں مختلف قسم کا نیشنلزم موجود ہے مثلاً سکھ نیشنلزم مسلم نیشنلزم کرسچین نیشنلزم وغیرہ حالانکہ ایک اور صرف ایک نیشنلزم ہے اور وہ ہے بھارتی نیشنلزم جو کہ دیگر تمام نیشنلزموں سے بالاتر ہے - سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے پنڈت نہرو نے دیش کی صنعتی ترقی کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ حکومت دیش کو صنعتی طور پر ترقی دینے اور خوشحال بنانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔